چند قرآنی اصطلاحات کی تعبیر کا معاملہ

مفتی سیّد سیاح الدین کاکاخیل ○

سوال: ہمارے ہاں بعض علما، مولانا مودودی صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ قرآنِ مجید کے بعض الفاظ کے ایسے معانی بیان کرتے ہیں جو عام طور پر بیان نہیں کیے جاتے، چنانچہ وہ اس چیز کو مولانا کی مخالفت کا جواز بناتے ہیں۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب نے اس سلسلے میں کہا ہے کہ قرآنِ مجید میں جہاں لفظ 'طاغوت' آیا ہے مفسرین نے تو اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد شیطان ہے، مگر مولانا مودودی، انسانوں پر اس کا اطلاق کرتے ہیں اور اسٹالن، لینن، چرچل وغیرہ جیسے غیر مسلم لیڈروں کو بھی 'طاغوت' کہتے ہیں۔ عبادت کے معنی تو ہیں بندگی، غلامی اور کسی کو سجدہ کرنا، اور مودودی صاحب کسی دوسرے انسانی قانون کی اطاعت و فرماں برداری کو بھی عبادت کہتے ہیں، اور لا اِلٰہ اِلَّا اللہ میں اِلٰہ کے معنی 'حاکم' کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں کہ اس کلمۂ طیبہ کا مطلب ہے لَاحَاکِمَ اِلَّا اللّٰہُ، حالاں کہ کسی نے بھی اِلٰہ کا ترجمہ حاکم نہیں کیا۔ مولوی صاحبان کی ان تقاریر سے لوگ متاثر ہوجاتے ہیں اور مولانا مودودی کے مخالف ہوکر اسلامی دعوت کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ ہماری رہنمائی کیجیے کہ کیا یہ اعتراضات واقعہ میں صحیح ہیں، اور یہ مولانا صاحب کا قرآنی الفاظ کے معانی کو بدلنا ہے یا وہ کسی دلیل سے یہ لکھتے ہیں؟

○ سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

جواب: بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ خود مولانا مودودی صاحب سے پوچھتے کہ آپ کن دلائل اور کن کتابوں کے حوالے سے 'طاغوت'، 'عبادت' اور اِلٰہ کے یہ معنی کرتے ہیں۔ یقیناً وہ پوری تفصیل کے ساتھ اس کا جواب دے کر آپ کو مطمئن کرتے، مگر اعتراض کرنے والے علما کا اطمینان پھر بھی نہ ہوتا، کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ حضرات مولانا مودودی صاحب کی مخالفت کچھ اور وجوہ کی بنا پر کرتے ہیں۔ چند مسائل کو یا اس قسم کے سطحی اعتراضات کو تو محض بہانہ بنایا اور لوگوں کو یقین دلایا جاتا ہے کہ ہماری مخالفت دینی بنیادوں پر ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے، تو اگرچہ مولانا مودودی صاحب کی عبارات اور ان کی تحقیقات پر اعتراضات کی جواب دہی میری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہمارے 'کرم فرما' جو اعتراض کریں اور میں مدافعت کے لیے اُٹھ کھڑا ہوں۔ لیکن جب قرآنی اصطلاحات کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے اور آپ درحقیقت مجھے ایک ثالث سمجھ کر یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں: مذکورہ چند علما اور مولانا مودودی دونوں سے قطع نظر میں آپ کو صحیح بات اپنے علم و فہم کے مطابق بتا دوں تو اب شرعاً میری ذمہ داری ہوگی کہ آپ کو اس کا جواب اس طرح دوں کہ کسی فریق کی حمایت کے جذبے کے بغیر اپنے علم و مطالعے کی بنا پر اس سے حق واضح ہو جائے۔

اس وقت : مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ بِلِجَامٍ مِّنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (ابی داؤد: ۳۶۵۸) ''جس سے کسی معلومات کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے وہ معلومات چھپائیں، اس کو آگ کا لگام پہنایا جائے گا''، حدیث نبویؐ میرے سامنے آگئی ہے۔ میں مولوی صاحبان کی رعایت کر کے یا اُن کی ناراضی سے ڈر کر اپنے علم کو چھپاؤں اور سوال کا صحیح جواب نہ دوں تو لِجَامٍ مِّنْ نَارٍ کی وعید سامنے آتی ہے، لہٰذا جواب عرض کر رہا ہوں۔

طاغوت کا مفہوم

سورۂ بقرہ میں فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ (۲:۲۶۵) کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابوالثناء شہاب الدین آلوسیؒ [۱۰ دسمبر ۱۸۰۲ء-۲۹ جولائی ۱۸۵۴ء] نے روح المعانی میں لکھا ہے:

اَلطَّاغُوْتُ اَلشَّيْطَانُ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَالْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ - وَبِهٖ قَالَ مُجَاهِدٌ، وَقَتَادَةُ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعِكْرِمَةَ أَنَّهُ الْكَاهِنُ، وَعَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَنَّهُ السَّاحِرُ، وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ كُلُّ

مَا عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللهِ تَعَالٰی وَعَنْ بَعْضِهِمْ الْأَصْنَامُ. وَالْأَوْلٰی أَنْ يُّقَالَ بِعُمُوْمِهٖ سَائِرُ مَا يَطْغٰی، وَيُجْعَلُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰی بَعْضٍ فِيْ تِلْكَ الْأَقْوَالِ مِنْ بَابِ التَّمْثِيْلِ وَهُوَ نَبَاءٌ مُبَالَغَةً كَالْجَبَرُوْتِ وَاخْتُلِفَ فِيْهِ فَقِيْلَ هُوَ مَصْدَرٌ فِي الْأَصْلِ وَلِذٰلِكَ يُوَحَّدُ وَيُذَكَّرُ كَسَائِرِ الْمَصَادِرِ الْوَاقِعَةِ عَلَی الْأَعْيَانِ وَإِلٰی ذٰلِكَ ذَهَبَ الْفَارِسِيُّ- وَقِيْلَ: هُوَ اِسْمُ جِنْسٍ مُفْرَدٌ فَلِذٰلِكَ لَزِمَ اِلَيْهِ ذَهَبَ سَيْبَوَيْهِ وَقِيْلَ: هُوَ جَمْعٌ وَهُوَ مَذْهَبُ الْمُبَرِّدِ وَقَدْ يُؤَنَّثُ ضَمِيْرُهٗ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ أَنْ يَعْبُدُوْهَا [الزمر ۳۹:۱۷] وَهُوَ تَأْنِيْثٌ اِعْتِبَارِيٌّ وَاِشْتِقَاقُهٗ مِنْ طَغٰی يَطْغٰی أَوْ طَغٰی يَطْغُوْ وَمَصْدَرُ الْأَوَّلِ الطُّغْيَانُ. وَالثَّانِي الطُّغْوَانُ، وَأَصْلُهٗ عَلَی الْأَوَّلِ طَغَيُوْتٌ، وَعَلَی الثَّانِيْ طَغَوُوْتٌ فَقُدِّمَتِ اللَّامُ وَأُخِّرَتِ الْعَيْنُ فَتَحَرَّكَ حَرْفُ الْعِلَّةِ وَالْفَتْحُ مَا قَبْلَهٗ فَقُلِّبَ اَلِفًا فَوَزْنُهٗ مِنْ قَبْلُ فَعَلُوْتٌ وَالْآنَ فَلَعُوْتٌ (روح المعانی، ج۳،ص ۱۳)

['طاغوت' سے مراد شیطان ہے۔ یہ بات حضرت عمرؓ اور حضرت حسینؓ سے روایت کی گئی ہے۔ مجاہدؒ، اور قتادہؒ نے بھی یہی بات کی ہے۔ سعید بن جبیرؒ اور عکرمہؒ سے منقول ہے کہ اس سے مراد کاہن ہے۔ ابوالعالیۃ سے منقول ہے کہ اس سے مراد جادوگر ہے۔ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ ہر وہ ذات جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ بعض سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد بُت ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ تمام اشیا 'طاغوت' ہیں جو طغیان (یعنی سرکشی) کرتی ہیں۔ ان اقوال میں سے کسی ایک قول پر اکتفا کرنے کو تمثیل کے باب سے قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ لفظ (طاغوت) مبالغہ کے لیے آتا ہے، جیسے جبروت۔

[اس لفظ کی اصل لغوی حقیقت میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ یہ اصل میں مصدر ہے۔ اسی وجہ سے اس کو واحد مذکر قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ متعین چیزوں کے لیے باقی مصادر ہیں۔ یہی رائے فارسی کی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ یہ اسم جنس مفرد ہے، اسی وجہ سے یہ لازم ہے۔ یہ رائے سیبویہ کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمع ہے۔ یہ

[ابوالعباس محمد، المعروف] مبرّد کا مذہب ہے۔ بعض اوقات اس کے لیے مؤنث کی ضمیر بھی استعمال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللهِ (الزمر۳۹: ۱۷)، [بخلاف اس کے جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کرلیا ان کے لیے خوش خبری ہے] یا یہ اعتباری تانیث ہے۔ یہ لفظ طَغٰی یَطغٰی یا طَغٰی یَطغُوا سے نکلا ہے۔ پہلے کا مصدر طُغیانْ اور دوسرے طغوان ہے۔ پہلی صورت میں اس لفظ کی اصل شکل طغیوت ہوگی اور دوسری صورت میں طغووت۔ لام کلمہ کو مقدم اور عین کلمہ کو مؤخر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حرف علت متحرک ہوگیا ہے۔ اور اس سے پہلے جو زَبر تھا وہ الف میں تبدیل ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس کا وزن پہلے فعلووت تھا اور اب فلعوت ہے۔]

مزید اَوْلِيَآءُهُمُ الطَّاغُوْتُ کے ذیل میں لکھا ہے:

اَيِ الشَّيَاطِيْنُ اَوِ الْاَصْنَامُ اَوْ سَائِرُ الْمُضِلِّيْنَ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ (ایضاً، ص ۱۴) [یعنی شیطان یا بت یا وہ سارے لوگ جو حق کے راستے سے گمراہ کرنے والے ہیں]۔

مزید لکھتے ہیں:

صَارَ اِسْمًا لِّمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ تَعَالٰى (ایضاً) [یہ نام بن گیا ہر اس چیز کا جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے]۔

روح المعانی میں دوسری جگہ: وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللهِ (الزمر ۳۹:۱۷) کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وَالطَّاغُوْتُ فَعَلُوْتٌ مِنَ الطُّغْيَانِ كَمَا قَالُوْا لَا فَاعُوْلٌ كَمَا قِيْلَ بِتَقْدِيْمِ اللَّامِ عَلَى الْعَيْنِ نَحْوَ صَاعِقَةٌ وَصَاقِعَةٌ وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ الْاِشْتِقَاقِ وَاَنْ طَوَّغَ وَطِيْغَ يَهْدِيْنِ وَاَصْلُهُ طَغْيُوْتٌ اَوْ طَغُوْوْتٌ مِنَ الْيَاءِ اَوِ الْوَاوِ لِاَنَّ طَغٰى يَطْغٰى وَيَطْغُوْ كِلَاهُمَا ثَابِتَانِ فِى الْعَرَبِيَّةِ نَقَلَهُ الْجَوْهَرِىُّ وَنُقِلَ اَنَّ الطُّغْيَانَ وَالطُّغْوَانِ بِمَعْنًى وَ كَذَا الرَّاغِبُ وَجَمْعُهُ عَلَى الطَّوَاغِيْتِ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْجَمْعَ بُنِىَ عَلَى الْوَاوِ وَقَوْلُهُمْ مِنَ الطُّغْيَانِ لَا يُرِيْدُوْنَ بِهٖ خُصُوْصَ الْيَاءِ بَلْ اَرَادُوْا

الْمَعْنٰی وَهُوَ عَلٰی مَا فِي الصِّحَاحِ الْكَاهِنُ وَالشَّيْطَانُ وَكُلُّ رَأْسٍ فِي الضَّلَالِ وَقَالَ الرَّاغِبُ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ مُتَعَدٍّ وَكُلِّ مَعْبُوْدٍ مِنْ دُوْنِ اللهِ تَعَالٰی وَسُمِّيَ بِهِ السَّاحِرَ وَالْكَاهِنَ وَالْمَارِدَ مِنَ الْجِنِّ وَالصَّارِفَ عَنِ الْخَيْرِ وَيُسْتَعْمَلُ فِي الْوَاحِدِ وَالْجَمْعِ وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي هٰذِهِ السُّوْرَةِ لَا يُطْلَقُ عَلٰی غَيْرِ الشَّيْطَانِ وَذُكِرَ أَنَّ فِيْهِ مُبَالَغَاتٌ مِنْ حَيْثُ الْبِنَاءِ فَإِنَّ صِيْغَةَ فَعَلُوْتَ لِلْمُبَالَغَةِ وَلِذَا قَالُوْا الرَّحَمُوْتُ الرَّحْمَةُ الْوَاسِعَةُ وَمِنْ حَيْثُ التَّسْمِيَةِ بِالْمَصْدَرِ وَقَدْ أَطْلَقَهُ فِيْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ عَلٰی كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ وَقَالَ سُمِّيَ طَاغُوْتًا لِإِفْرَاطِهِ فِي الطُّغْيَانِ وَعَدَاوَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَلَى التَّشْبِيْهِ بِالشَّيْطَانِ فَلَعَلَّهُ أَرَادَ لَا يُطْلَقُ عَلٰی غَيْرِ الشَّيْطَانِ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَجَعَلَ كَعْبًا عَلَى الْأَوَّلِ مِنَ الْوَجْهَيْنِ مِنْ شَيَاطِيْنِ الْإِنْسِ وَفِي الْكَشْفِ كَأَنَّهُ لَمَّا رَآهُ مَصْدَرًا فِي الْأَصْلِ مَنْقُوْلًا إِلَى الْعَيْنِ كَثِيْرَ الْإِسْتِعْمَالِ فِي الشَّيَاطِيْنِ حَكَمَ بِأَنَّهُ حَقِيْقَةٌ فِيْهِ بَعْدَ النَّقْلِ مَجَازٌ فِي الْبَاقِي لِظُهُوْرِ الْعَلَاقَةِ إِمَّا اِسْتِعَارَةً وَإِمَّا نَظَرًا إِلٰی تَنَاسُبِ الْمَعْنٰی وَالَّذِيْ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ أَنَّ الطَّاغُوْتَ فِي الْأَصْلِ مَصْدَرٌ نُقِلَ إِلَى الْبَالِغِ الْغَايَةَ فِي الطُّغْيَانِ وَتَجَاوُزِ الْحَدِّ وَاِسْتِعْمَالُهُ فِيْ فَرْدٍ مِنْ هٰذَا الْمَفْهُوْمِ الْعَامِّ شَيْطَانًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ يَكُوْنُ حَقِيْقَةً وَيَكُوْنُ مَجَازًا عَلٰی مَا قَدَّرُوْا فِي اِسْتِعْمَالِ الْعَامِّ فِيْ فَرْدٍ مِنْ أَفْرَادِهِ كَاسْتِعْمَالِ الْإِنْسَانِ فِيْ زَيْدٍ وَشُيُوْعُهُ فِي الشَّيْطَانِ لَيْسَ إِلَّا لِكَوْنِهِ رَأْسَ الطَّاغِيْنَ وَفَسَّرَهُ هُنَا مُجَاهِدٌ وَيَجُوْزُ تَفْسِيْرُهُ بِالشَّيَاطِيْنِ جَمْعًا عَلٰی مَا سَمِعْتُ مِنَ الرَّاغِبِ وَيُؤَيِّدُهُ قِرَاءَةُ الْحَسَنِ اِجْتَنَبُوا الطَّوَاغِيْتَ اِنْتَهٰی (روح المعانی، پ ۲۳، سورۂ زمر، ص ۲۲۸)

[طاغوت بوزنِ فعلوت طغیان سے نکلا ہے، جیسا کہ ماہرین لغت کہتے ہیں۔ یہ فاعول کے وزن پر نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ لام کلمہ عین کلمے پر مقدم ہو گیا ہے، جیسے: صَاعِقَةٌ اور صَاقِعَةٌ۔ اسی بات پر یہ اشتقاق دلالت کرتا ہے کہ وَاِنْ طَوَّغَ وَطِيْغَ يَهْدِيْنَ۔ اس کی اصل طَغَيُوْتُ یا طَغْوُوْتُ ہے، یعنی یاء یا واو کے ساتھ۔ اس لیے کہ

طغی یطغی اور طغی یطغوا دونوں عربی میں ثابت ہیں۔ اس کو علامہ جوہری نے نقل کیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ طُغْیَان اور طُغْوَان دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔ اسی طرح امام راغب نے بھی نقل کیا ہے۔ اس کی جمع طواغیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی جمع واو پر مبنی ہے۔ اور ماہرین لغت کا یہ کہنا کہ یہ طغیان سے ہے، اس سے ان کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس میں یاء کی خصوصیت ہے، بلکہ ان کی مراد معنی ہے اور وہ جیسا کہ الصحاح میں آیا ہے کاہن یا شیطان ہے، یا وہ ہر شخص جو گمراہی کا سرغنہ ہو۔ راغب کہتے ہیں کہ یہ لفظ ہر سرکشی کرنے والے پر بولا جاسکتا ہے۔ نیز ہر اس معبود پر جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ چنانچہ جادوگر، کاہن، سرکش شیطان اور بھلائی سے پھیرنے والے پر اس کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس لفظ کا استعمال واحد اور جمع دونوں کے لیے ہوتا ہے۔ زمخشری کہتے ہیں کہ اس سورت میں اس کا اطلاق شیطان کے علاوہ کسی پر نہیں ہوگا۔ اس نے ذکر کیا ہے کہ بناوٹ کے لحاظ سے اس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ اس لیے کہ فَعَلُوْت کا لفظ مبالغہ کے لیے ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اَلرَّحَمُوْت سے مراد وسیع رحمت ہے۔ مصدر کے تسمیہ کی حیثیت سے سورۃ النساء میں اس لفظ کا اطلاق کعب بن اشرف (یہودی) پر کیا گیا ہے۔ کہا کہ اس کو طاغوت اس بنا پر کہا گیا ہے کہ طغیان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی میں حد سے بڑھا ہوا تھا، یا اس وجہ سے کہ اس کو شیطان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ شاید (زمخشری) کی مراد یہ ہو کہ حقیقت کے لحاظ سے اس کا اطلاق شیطان کے علاوہ کسی پر نہیں ہوگا۔ اور کعب کو پہلی وجہ کے لحاظ سے شیاطین الانس میں شامل کرلیا ہے۔ اور کشف میں یہ بھی ہے کہ جب انھوں نے دیکھا کہ اصل میں تو یہ لفظ مصدر ہے اور پھر اس کو متعین اشیا کی طرف نقل کیا گیا ہے اور یہ شیاطین میں کثیر الاستعمال ہے، تو انھوں نے اس پر یہ حکم لگا دیا کہ یہ اسی معنی میں حقیقت ہے اور باقی معانی میں مجاز ہے۔ اس لیے کہ دونوں کے درمیان تعلق ظاہر ہے، کہ یا تو یہ استعارہ ہے اور یا یہ کہ دونوں معانی میں مناسبت پائی جاتی ہے۔

غالب گمان یہ ہے کہ 'طاغوت' اصل میں مصدر ہے مگر مصدریت سے منتقل ہوکر یہ اس ذات کے بارے میں استعمال ہوا ہے جو سرکشی میں مبالغے کی حد تک پہنچی ہوئی ہو اور اس نے سارے حدود کو پار کیا ہو۔ اب اس مفہوم کے کسی فرد میں اس کا استعمال حقیقت ہی ہوگا، چاہے وہ فرد شیطان ہو یا اس کے علاوہ کوئی ہو۔ یہ مجاز اس صورت میں ہوگا جب لفظ عام کو اس کے کسی فرد کے بارے میں استعمال کیا جائے گا، جیسے لفظ انسان کا استعمال زید کے بارے میں۔ اس لفظ کا شیطان کے معنی میں شہرت پانا اس وجہ سے ہے کہ وہ سرکشوں کا سردار ہے۔ یہاں مجاہد نے اس کی تفسیر اسی مفہوم میں کی ہے۔ اس کی تفسیر شیاطین کے لفظ جمع کے مطابق بھی کی جاسکتی ہے، جیسا کہ میں نے راغب سے سنا ہے۔ اس کی تائید حسن کی قراءت سے بھی ہوتی ہے جو یہ ہے کہ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ۔ (روح المعانی، پارہ ۲۳، سورہ زمر، ص ۲۲۸)]

روح المعانی میں اس طرح ہے:

اَيِ الشَّيَاطِيْنُ اَوِ الْاَصْنَامُ اَوْ سَائِرُ الْمُضِلِّيْنَ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ... وَصَحَّ جَمْعُهٗ عَلَى الْقَوْلِ بِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ لِاَنَّهٗ صَارَ اِسْمًا لِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ تَعَالٰى (ج ۳، ص ۱۴) [یعنی شیطان یا بت یا وہ سارے لوگ جو حق کے راستے سے گمراہ کرنے والے ہیں۔ یہ نام بن گیا ہر اس چیز کا جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔]

گویا طاغوت سے مراد مَنْ يُّطَاعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ ہے۔ آپ تفسیر روح المعانی کی یہ عبارات ان مولوی صاحبان کو دکھا دیجیے اور خاص طور سے خط کشیدہ الفاظ کی طرف متوجہ کیجیے اور کعب بن الاشرف کو تو تمام مفسرین نے بالاتفاق سورۂ نساء کی آیت میں طاغوت کا مصداق قرار دیا ہے۔ دراصل طاغوت کے معنی تو کثیر الطغیان ہے، یعنی ایسا شخص جو اللہ کا باغی ہو، سرکش ہو اور اللہ کے نظام و قانون کے مقابلے میں اللہ کے بندوں پر اپنا نظام اور خود ساختہ قانون چلانا چاہتا ہو۔ لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے لینن، اسٹالن، چرچل اور جانسن کو اگر مولانا مودودی نے طاغوت کہا ہے، تو کون سی غلطی کی یا قرآنِ مجید کے الفاظ کی کون سی غلط تاویل و توجیہ کی؟ کچھ تو ہمارے اِن مولوی صاحبان کو بلاوجہ مولانا مودودی کی مخالفت کا شوق ہوتا ہے اور کچھ اُن میں سے بعض کا علم

بالکل محدود ہوتا ہے۔ جلالین شریف کے سوا کسی اور تفسیر کا وہ مطالعہ ہی نہیں کرتے۔ کم علمی اور مخالفت کا جذبہ یہ دونوں مل کر ایسے گل کھلاتے رہتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازیؒ [۱۰۴۹ء، رے - ۱۱۰۹ء، ہرات] نے سورۂ نساء کی آیت (۷۶): وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ كَالدَّلَالَةِ عَلٰى أَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ غَرَضُهُ فِي فِعْلِهِ رِضَا غَيْرِ اللّٰهِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ، لِأَنَّهُ تَعَالٰى لَمَّا ذَكَرَ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ وَهِيَ أَنَّ الْقِتَالَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ: أَوْ فِي سَبِيْلِ الطَّاغُوتِ وَجَبَ أَنْ يَكُونَ مَا سِوَى اللّٰهِ طَاغُوتًا... (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۶۴) [یہ آیت گویا دلالت کرتی ہے اس بات پر، کہ ہر وہ شخص جس کا اپنے کسی فعل سے مقصود اللہ کے سوا کسی اور کی رضا ہو تو وہ 'طاغوت' کے راستے میں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ تقسیم بیان کی (اور وہ یہ کہ جنگ یا تو اللہ کے راستے میں ہوگی اور یا پھر 'طاغوت' کے راستے میں) تو یہ بات لازمی ہوگئی کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہوگا، وہ 'طاغوت' ہوگا۔]

عبادت کا جامع تصور

دوسرا سوال آپ نے یہ کیا ہے کہ مولانا مودودی صاحب احکام وقوانین کی اطاعت کو عبادت کہتے ہیں اور یہ لفظ عبادت کی غلط تفسیر ہے۔

اس کے بارے میں بھی عرض ہے کہ عبادت کے معنی تو ہیں بندگی اور غلامی۔ اس صورت میں اگر کسی آقا کے احکام وقوانین کی اطاعت وفرماں برداری اگر بندگی اور غلامی نہیں ہے، تو بندگی اور غلامی اور کیا ہوتی ہے؟ یہ بات صحیح ہے کہ کبھی کسی قانون کی اطاعت خوش دلی کے ساتھ نہیں ہوتی۔ عقیدتاً کسی کو آقا اور قانون چلانے کا حق دار تسلیم نہیں کرتا، مگر کچھ ایسی مجبوریاں اور کمزوریاں ہوتی ہیں کہ بادلِ نخواستہ وہ حکم مان لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ کسی حقیقی حاکم وقانون ساز کا حکم نہیں ہے۔ ایسی صورت میں تو اطاعتِ قانون کو عبادت نہیں کہا جائے گا، لیکن اگر کسی کو قانون سازی کا حق دار مان لیا جائے اور خوش دلی کے ساتھ اس کے حکم کی تعمیل واطاعت کی جاتی ہو اور عقیدہ یہ ہو کہ یہ حکم برحق اور آقا کی طرف سے ہے تو وہ یقیناً عبادت ہے۔ (دیکھیے قرآنِ مجید میں جہاں ذکر ہے):

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ ۵:۴۴)[جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں] ۔ اور دوسری جگہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ میں عام طور سے مفسرین یہی فرق کرتے ہیں کہ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے خلاف فیصلہ اگر اس نظریے کے ساتھ کوئی کر رہا ہے کہ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے خلاف حکم کو عقیدتاً برحق سمجھ کر فیصلہ دے رہا ہے تو یہ کفر ہے اور وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے خلاف کو عقیدتاً غلط سمجھ رہا ہے، اللہ کے سوا کسی دوسرے کو قانون سازی کا حق نہیں دیتا، مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ دیتا ہے، تو یہ فسق ہے اور ایسا فیصلہ کرنے والا فاسق ہے۔

حضرات علماے دیو بند کی بہت سی تحریروں اور تقریروں میں بھی یہ ذکر ملتا ہے کہ انھوں نے احکامِ الٰہی کی اطاعت و فرماں برداری کو مطلقاً عبادت کہا ہے اور لکھا ہے کہ عبادت درحقیقت آقا کے احکام کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے، یعنی جیسے آقا حکم دے ویسے عمل کرنا یہ آقا کی عبادت ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ رکھنا عبادت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حقیقی حاکم اور آقا ہے، اس مہینے میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اور جب شوال کا چاند نظر آجائے تو یکم شوال کو روزہ رکھنا اللہ کی نافرمانی ہے اور روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا عبادت ہے، کیوں کہ عید کے دن کے لیے آقا کا حکم یہی ہے۔

میں یہاں بھی امام فخر الدین رازیؒ کی چند عبارتیں نقل کر رہا ہوں، جن سے یہ معلوم ہوگا کہ انھوں نے قرآنِ مجید کے الفاظ عَابِدُوْن کی تفسیر مُطِيْعُوْنَ سے کی ہے:

وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ[المومنون ۲۳:۴۷]اَیْ خَادِمُوْنَ مُنْقَادُوْنَ لَنَا كَالْعَبِيْدِ [ابو السعود، ج ۷، ص ۱۶۰] وَفِي التَّفْسِيْرِ الْكَبِيْرِ أَنَّ قَوْمَ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ كَانُوا كَالْخَدَمِ وَالْعَبِيدِ لَهُمْ قَالَ اَبُو عُبَيْدَةَ الْعَرَبُ تُسَمِّي كُلَّ مَنْ دَانَ لِمَلِكٍ عَابِدًا لَهُ وَيُحْتَمَلُ اَنْ يُقَالَ اَنَّهُ كَانَ يَدَّعِي الْاِلٰهِيَّةَ فَادَّعٰى اَنَّ النَّاسَ عِبَادُهُ وَأَنَّ طَاعَتَهُمْ لَهُ عِبَادَةٌ عَلَى الْحَقِيقَةِ (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۱۹۷) اور ان کی قوم ہماری عبادت گزار ہوگی (المومنون ۲۳:۴۷)، [یعنی ہماری خدمت گزار اور ہمارے آگے جھکنے والی، جیسا کہ غلام ہوتے ہیں (ابو السعود، ج ۷، ص ۱۶۰)۔ اور

تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی قوم فرعونیوں کے لیے نوکروں اور غلاموں کی طرح تھی۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ عرب ہر اس شخص کو 'عبادت گزار' کہتے ہیں جو کسی بادشاہ کے آگے جھک جائے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ الوہیت کا دعویٰ کرتا تھا، اس لیے اس نے دعویٰ کیا کہ انسان اس کے بندے ہیں اور میری پیروی ان کے لیے عبادت ہے۔(تفسیر کبیر، ج۶،ص۱۹۷)]

قوله تعالیٰ: وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ قِيلَ الطَّاغُوتُ الْعِجْلُ وَقِيلَ الطَّاغُوتُ الْأَحْبَارُ، وَكُلُّ مَنْ اَطَاعَ اَحَدًا فِي مَعْصِيَةِ اللهِ فَقَدْ عَبَدَهُ (تفسیر کبیر، ج۳، ص۴۲۵)[رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وعبد الطاغوت تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ 'طاغوت' سے مراد بچھڑا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ یہاں 'طاغوت' سے مراد اُن کے علما ہیں۔ اس لیے کہ جو بھی کسی کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے تو دراصل اس نے اس کی عبادت کی۔]

چار عملی ارکانِ اسلام کو فقہا نے جو عبادت کہا ہے تو وہ محض ایک علمی اصطلاح کے طور پر کہا ہے کہ یہ عبادات ہیں اور یہ معاملات۔ اس کا مقصد حصر [بخل] نہیں تھا کہ ان ارکانِ اربعہ کے سوا اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے حکم کی اطاعت عبادت نہیں ہے۔ اگر اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کی تعمیل اور اس فرمانِ الٰہی کی اطاعت اگر عبادت ہے، تو اسی طرح قرآنِ مجید میں وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (الرحمٰن ۵۵:۹)، بھی اللہ تعالیٰ کا ایک واجب التعمیل فرمان ہے۔ اگر ایک تاجر دکان میں بیٹھ کر خریدار کو سودا تولتے وقت پورا تول کر دینے اور ڈنڈی نہ مارنے کو حکمِ خداوندی سمجھ کر اس کی اطاعت کر رہا ہے تو یہ عبادت کیوں نہیں؟ اور اگر کسی نے اس کو عبادت کہا تو کون سا جرم کیا؟

اس پر تمام ان احکام کی اطاعت کو قیاس کیجیے جو معاملات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دیے ہیں۔ فقہاے کرام نے تو نکاح کو بھی عبادات میں شمار کیا ہے۔ اگرچہ نکاح غیرمسلم بھی کرتے ہیں، لیکن چوں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم فَانْكِحُوا کی تعمیل میں عفت و عصمت کی خاطر کرتے ہیں اور اس طریقے پر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

بتایا ہے، اس لیے یہ عبادت ہے۔ اور اگر یہ نظریہ پیشِ نظر نہ ہو، غیر مسلموں کی طرح محض خواہشِ نفس کی بنا پر ہو، یا اللہ کے رسولؐ کے طریقوں کے خلاف ہو تو پھر وہ عبادت نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ہمارے یہ مولوی صاحبان تو جب سوتے ہیں تو اس کے لیے بھی کہتے ہیں کہ نَومُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ، یعنی عالم کا سونا بھی عبادت ہے اور کھانا پینا بھی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کے حکمِ الٰہی کی تعمیل میں عبادت ہے، لیکن مولانا مودودی نے تمام احکامِ الٰہی کی اطاعت و فرماں برداری کو عبادت کہا تو اس پر کیا اعتراض کرنا ضروری ہے؟ اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا لازمی ہے؟

اِلٰہ کے معنی

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ اِلٰہ کے معنی حاکم کرتے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب نے اپنی تصانیف میں اِلٰہ کے معنی صرف حاکم نہیں کیے، بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظِ اِلٰہ جامع لفظ ہے۔ اس کے بہت سے معانی میں سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ الٰہ سے مراد حاکم و قانون ساز ہو، اور جس طرح دوسرے معانی کے اعتبار سے اللہ کے سوا اس کائنات میں کوئی اِلٰہ نہیں، اسی طرح اس کائنات میں ایک اللہ کے سوا دوسرا کوئی حاکم نہیں۔ نہ تکوینی حکم دینے والا، نہ تشریعی حکم دینے والا، اور یہ معنی قرآنِ مجید کی آیت: اَلَا لَهُ الْحُكْمُ [الانعام ۶:۶۲] اور اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ [الانعام ۶:۵۷]، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ [اعراف ۷:۵۴] اور اسی مضمون کی دوسری بے شمار آیتوں سے ثابت ہے۔

اُمید ہے کہ ہمارے یہ مولوی صاحبان، امام فخرالدین رازیؒ کو تو بہرحال مانتے ہوں گے اور اُن کی تفسیر تو ان کے ہاں قابلِ اعتماد ہوگی۔ اِلٰہ کے بارے میں امام رازیؒ کی چند عبارتیں نقل کرتا ہوں:

فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص) فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَدَّعِيْ كَوْنَهٗ خَالِقًا لِلسَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْبِحَارِ وَالْجِبَالِ وَخَالِقًا لِذَوَاتِ النَّاسِ وَصِفَاتِهِمْ. فَإِنَّ الْعِلْمَ بِامْتِنَاعِ ذٰلِكَ مِنْ أَوَائِلِ الْعُقُوْلِ فَالشَّكُّ فِيْهِ يَقْتَضِيْ زَوَالَ الْعَقْلِ. بَلِ الْإِلٰهُ هُوَ الْمَعْبُوْدُ فَالرَّجُلُ كَانَ يَنْفِي الصَّانِعَ وَيَقُوْلُ لَا تَكْلِيْفَ عَلَى النَّاسِ إِلَّا أَنْ يُطِيْعُوْا مَلِكَهُمْ وَيَنْقَادُوْا لِأَمْرِهٖ. فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنِ ادِّعَائِهِ الْإِلٰهِيَّةَ لَا مَا ظَنَّهُ

الْجُمْهُورُ مِنِ ادِّعَائِهِ كَوْنَهُ خَالِقًا لِلسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا سِيَّمَا وَقَدْ دَلَّلْنَا فِي سُورَةِ طٰهٰ [۴۹:۲۰] فِي تَفْسِيرِ قوله: فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوسٰى عَلٰى أَنَّهُ كَانَ عَارِفًا بِاللهِ تَعَالٰى وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ ذٰلِكَ تَرْوِيجًا عَلَى الْأَغْمَارِ مِنَ النَّاسِ (تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۴۴۲) [اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص ۳۸:۲۸)، جان لو کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، سمندروں اور پہاڑوں کا خالق ہے اور وہ لوگوں کی ذات اور صفات کا خالق ہے۔ ان چیزوں کا غلط ہونا تو عقل کا ابتدائی درجہ ہے۔ ان چیزوں میں شک کرنا عقل کے زائل ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ یہاں اِلٰہ سے مراد معبود ہی ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص اس بات کی نفی کرسکتا تھا کہ کائنات کا کوئی خالق نہیں ہے اور وہ کسی قاعدے اور قانون کے پابند بھی نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ وہ اپنے بادشاہ کی بات مانیں اور اسی کے حکم کی پیروی کریں۔ یہ ہے مطلب فرعون کے دعوائے الوہیت کا، نہ کہ وہ جس کا گمان جمہور مفسرین کو ہوا ہے کہ فرعون نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ آسمان اور زمین کا خالق ہے۔ خصوصاً، جب کہ ہم نے سورۂ طٰہٰ میں فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوسٰى کی تفسیر میں اس بات پر دلائل دیے ہیں کہ فرعون اللہ تعالیٰ کے بارے میں جانتا تھا۔]

گویا فرعون کے ہاں اپنے آپ کو اِلٰہ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جس کے حکم کی اطاعت کی جائے اور جس کے قانون کو تسلیم کر کے اس کی پابندی کی جائے۔ اس معنی میں صرف مَیں اِلٰہ ہوں، دوسرا کوئی اِلٰہ نہیں ہے کیوں کہ میں مُلکِ مصر کا بادشاہ اور حکمران ہوں۔

اور سورۂ طٰہٰ کی آیت فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوسٰى کی تفسیر میں لکھا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ كَانَ عَارِفًا بِاللهِ، فرعون، اللہ کے بارے میں جانتا تھا۔

اور امام رازیؒ نے اس کی چھے دلیلیں دی ہیں (ملاحظہ فرمائیں: تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۴۱)

نیز فرماتے ہیں:

وَأَمَّا ادِّعَاؤُهُ الرُّبُوبِيَّةَ لِنَفْسِهِ فَبِمَعْنَى أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِمْ طَاعَتُهُ وَالْاِنْقِيَادُ لَهُ

وَعَدَمُ الِاشْتِغَالِ بِطَاعَةِ غَيْرِهِ ، [رہا اس (یعنی فرعون) کا اپنی ربوبیت کا دعویٰ کرنا تو اس کے معنی یہ تھے کہ لوگوں پر اس کی اطاعت اور اس کے آگے جھکنا واجب ہے۔ کسی اور کی اطاعت میں مشغول ہونا جائز نہیں۔]

ان عبارات کا مطلب تو واضح ہے کہ اِلٰہ کے معنی واجب الطاعۃ حاکم کے ہیں، مگر شاید یہ کہا جائے گا کہ اس میں تو یہ کوئی تصریح نہیں کہ اِلٰہ کا ترجمہ حاکم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ترجمۂ قرآن کی طرف۔ آپ حضرت شیخ الہند کا اُردو ترجمۂ قرآن نکال کر بیسویں پارے کا آغاز ان معترض صاحبان کے سامنے رکھیے۔ ایک ہی رکوع میں پانچ دفعہ آیا ہے: ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ اور پانچوں جگہ اس کا ترجمہ لکھا ہے: ''اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ''۔

پھر نکالیے سورۂ قصص کی آیت ۳۸: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ۔ اس کا ترجمہ انھوں نے کیا ہے: ''مجھ کو تو معلوم نہیں تمھارا اِلٰہ حاکم ہو میرے سوا''۔

پھر نکال کر دکھایئے پارہ ۱۹ میں سورۂ شعراء کی آیت ۲۹: لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ اس کا حضرتؒ نے ترجمہ کیا ہے کہ: ''اگر تو نے ٹھیرایا کوئی اور حاکم میرے سوا تو ضرور ڈالوں گا تجھ کو قید میں''۔

درحقیقت اِلٰہ کا ترجمہ ان مقامات پر ''حاکم'' حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور موقع محل کے اعتبار سے یہاں اِلٰہ کا یہی ترجمہ مناسب تھا۔ اسی لیے حضرت شیخ الہندؒ نے اُسی کو باقی رکھا۔

اعتراض کرنے والے علماے کرام کو یہ حوالہ جات دکھانے کے بعد پوچھیے کہ ان دونوں بزرگوں کے بارے میں آپ کی کیا راے ہے اور اب ان پر آپ کون سا فتویٰ لگائیں گے؟ ان ترجموں کے بارے میں وہ جو کچھ کہیں یا کوئی تاویل کریں وہ مجھے آپ بتا دیجیے، تاکہ ان لوگوں کی دیانت و انصاف اور حق پسندی کا اندازہ ہو جائے! (تفہیم الاحکام، اوّل، ص ۴۱-۵۲)

[مضمون میں شامل عربی اقتباسات کا ترجمہ جناب گل زادہ شیر پاؤ نے کیا ہے۔ ادارہ]

مولانا سید جلال الدین عمری (بھارت) کی تصانیف

اوراقِ سیرتؐ	Rs.400/=
تجلیاتِ قرآن	Rs.450/=
اسلام کی دعوت	Rs.250/=
قرآن کا نظامِ خاندان	Rs.30/=
معروف ومنکر	Rs.300/=
مرض اور اس کے احکام ومسائل	Rs.15/=
شہادت علی الناس	Rs.15/=
اسلام، انسانی حقوق کا پاسبان	Rs.150/=
قومیں کیوں ہلاک ہوتی ہیں؟	Rs.15/=
بعض اہم اسلامی اصطلاحات اوران کی تشریح	Rs.30/=
اسلام کا عائلی نظام	Rs.150/=
مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں	Rs.40/=
مسلمان عورت کے حقوق	Rs.200/=
عورت اور اسلام	Rs.150/=
بچے اور اسلام	Rs.20/=
اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور	Rs.120/=
انسانوں کی خدمت۔اسلام کی نظر میں	Rs.20/=
اسلام، ایک دینِ دعوت	Rs.30/=
اِنفاق فی سبیل اللہ	Rs.30/=
دولت میں خدا کا حق	Rs.25/=
خدا کی غلامی، انسان کی معراج	Rs.30/=
اسلام اور مشکلاتِ حیات	Rs.40/=
تحقیقاتِ اسلامی کے فقہی مباحث	Rs.150/=
وقتِ حساب	Rs.30/=

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی

ڈی۔۳۵، بلاک۔۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔فون:۳۶۸۰۹۲۰۱ (۲۱۔۹۲)

برقی پتا:irak.pk@gmail.com، ویب گاہ:www.irak.pk

لاہور میں ہماری کتب اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ (منصورہ) اور ادارۂ مطبوعاتِ طلبہ (اچھرہ) میں دستیاب ہیں!